سے مصنف محترم کو ایسی تمام متعلقہ دستاویزات کی نقول حاصل ہو گئیں جو بیرون حیدرآباد سے متعلق شخصیات اور اداروں کو حکومت حیدرآباد کی جانب سے مالی اعانت کے بارے میں وہاں محفوظ تھیں۔ پیش لفظ میں صاحب کتاب پروفیسر شفقت رضوی کے علمی شغف کو بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پروفیسر شفقت رضوی نے رٹائر منٹ کے بعد سے اپنے آپ کو علمی ، ادبی ، تحقیقی کاموں اور تصنیف و تالیف کے لیے مکمل طور پر وقف کر رکھا ہے۔ یہ ایک اچھی مثال ہے ۔گذشتہ دنوں پروفیسر صاحب کی متعدد کتابیں چھپ کر سامنے آئی ہیں۔

احوال واقعی کے عنوان سے کتاب پر مصنف کا لکھا ہوا مقدمہ بھی شامل ہے جو پر از معلومات ہے۔کتاب کی پیش کردہ بہت سی دستاویزات محض فرمان تقرری کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر وہ دستاویزات ہیں جو کسی علمی خدمت کے سلسلے میں مالی امداد کے لیے جاری ہوئیں ، ان میں بھی چونکانے والا کوئی عنصر نہیں لیکن بلاشبہہ بعض ایسی دستاویزات کتاب میں ملتی ہیں جو انکشاف کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کتاب میں آخری ضمیمہ حسرت موہانی کی ایک عرضداشت ہے یہ اس وقت کی ہے جب کہ ان کی عمر ۶۱ برس کی ہو گئی تھی ۔ اس پر تاریخ تحریر ۲۵ جون ۱۹۳۹ء درج ہے ۔ اس میں نظام دکن سے درخواست کی گئی ہے کہ اخراجات بڑھ جانے کے سبب سے ان کے نام بھی ایک مناسب ادبی وظیفہ مثل حالی و شبلی صادر ہو۔ کتاب کا ایک دلچسپ حصہ جوش ملیح آبادی سے متعلق دستاویزات کا ہے جو کم و بیش چالیس صفحات کو محیط ہے اور اس لحاظ سے دلچسپ اور پر از معلومات ہے کہ اس میں قیام دکن سے متعلق جوش کی غلط بیانیوں کی تردید دستاویزات کی مدد سے کی گئی ہے۔

غرض کہ کتاب بہت سے محاسن رکھتی ہے اور لائق مطالعہ ہے۔

۳۔ اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ

مصنف ۔ ڈاکٹر وفا راشدی

ناشر: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ، لاہور

ضخامت : ۳۵۲ صفحات

فاضل مصنف کی علمی و تصنیفی خدمات کا دائرہ نصف صدی کو محیط ہے۔ موصوف کا ایک وقیع اور قابل قدر مقالہ جو پندرہ روزہ "آج کل" دہلی کے شمارہ بابت ۱۹۴۴ء میں چھپا تھا۔ یہ مقالہ ان کے استاد حضرت وحشت کلکتوی کی شعری خدمات پر ہے۔ حسن اتفاق سے یہ شمارہ اس

عہد گذشتہ کی باقیات کے طور پر اب تک راقم کے پاس موجود ہے۔ مقالہ خوبی کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مصنف محترم کی پچاس سالہ تصنیفی خدمات ہمارے سامنے ہیں۔ اتنے طویل عرصے تک علمی زندگی کا ایک انداز پر قائم رہنا بجائے خود ایک نہایت قابل تحسین بات ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں ان کی علمی سرگرمیاں پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی ہیں۔ اس تمہید کے بعد اب زیر تبصرہ کتاب کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ تمہیدات کا ہے اس میں تشکر، ترتیب مقالہ، مقدمہ اور تاریخ سندھ سب کچھ آگیا ہے۔ مقدمے میں سندھ کے حوالے سے سندھی، عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر اظہار خیال بھی ہے مگر اس کا بیشتر حصہ تاریخی پس منظر اور پیش منظر کو محیط ہے۔

اس کے بعد دوسرا حصہ آتا ہے، یہی مقالے کا بنیادی حصہ ہے، کثرت مواد کے سبب سے اس حصے کو پانچ ادوار پر منقسم کیا گیا ہے۔ یہ کم و بیش ساڑھے پانچ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے پہلے دور میں عہد کلہوڑا کے چھ ایسے شعراء کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اردو میں شعر کہتے تھے۔ دوسرے دور میں عہد تالپور کے پانچ ایسے شعراء کا حال ہے جنھوں نے اردو میں بھی کہا ہے۔ تیسرا دور عہد برطانیہ کا دور اول ہے جو گذشتہ صدی کے بیس ایسے شعراء سے تعلق رکھتا ہے جو اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ چوتھا دور عہد برطانیہ کے دور ثانی سے تعلق رکھتا ہے یعنی بیسویں صدی کے آغاز تا ۱۹۴۷ء کے ۲۰ ایسے شعراء اور نثرنگار زیر بحث لائے گئے ہیں جو اردو میں بھی لکھتے تھے۔ پانچواں دور عہد پاکستان سے متعلق ہے۔ اس میں ۳۲ ایسے اہل قلم کا ذکر ہے جن پر مصنف کے خیال میں اولیائے سندھ کی تعریف صادق آتی ہے اور وہ ادبی خدمات کے لحاظ سے بھی قابل ذکر ہیں۔

کتاب کا تیسرا حصہ پانچ ضمیمہ جات اور کتابیات پر مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب کثیر المعلومات ہے۔ جہاں تک مشمولہ شخصیات کا تعلق ہے، موضوع کا تقاضا ہے کہ اس میں صرف ایسی شخصیات کو لیا جاتا جن کو بلا خوف تردید اولیائے سندھ میں شمار کیا جا سکتا۔ اس پہلو سے ہماری ناچیز رائے میں شخصیات کا ایک بڑا حصہ نہیں تو ایک قابل لحاظ حصہ ضرور ایسا ہے جس کو اولیائے سندھ کی تاریخ میں نہ تو کبھی کوئی جگہ ملی ہے اور نہ ملنی چاہیے، گو کہ اردو خدمات کے اعتبار سے یہ شخصیات کیسا ہی بلند درجہ کیوں نہ رکھتی ہوں، بہرکیف شخصیات کے انتخاب سے قطع نظر کتاب قابل ذکر اور قابل توجہ قرار دی جائے گی۔